Al-Azhār

ISSN (Print): 2519-6707

Volume 7, Issue 2(July- December, 2021)

Issue:http: http://www.al-azhaar.org/index.php/alazhar/issue/view/17

URL http://www.al-azhaar.org/index.php/alazhar/article/view/258

Article DOI: https://doi.org/10.46896/alazhr.v7i02.258

Title Philosophy of virtue and evil: Quranic notions, terminology and hermeneutics

Author (s): Zahid Ullah, Dr Tahira Basharat, Dr Hafiz Sajid Iqbal Sheikh

Received on: 29 July, 2021

Accepted on: 29 November, 2021

Published on: 25 December, 2021

Citation: Zahid Ullah, Dr Tahira Basharat, Dr Hafiz Sajid Iqbal Sheikh “"Philosophy of virtue and evil: Quranic notions, terminology and hermeneutics,” Al-Azhār: 7 no, 2 (2021): 197-216

Publisher: The University of Agriculture Peshawar

Click here for more

فلسفۂ خیر وشر اور عصرحاضر: قرآنی مترادفات، اصطلاحات وتعبیرات

Philosophy of virtue and evil: Quranic notions, terminology and hermeneutics

*زاہد اللہ

**ڈاکٹر طاہرہ بشارت

***ڈاکٹر حافظ ساجد اقبال شیخ

Abstract:

Since the day the humans exist in this universe, the concept of good and bad also exists. According to the religious discourse the human mind is authorized enough to adopt the way as per his wish and he has to face its responsibility in this world and the world hereafter. This paper aims to unfold some concerned issues of the subject in contemporary era. Quran as the most authentic source of law in Islamic jurisprudence guides the humanity in all aspects of life including the injunctins regarding the notions of evil and noble. The study emphises on cutting edge isues of humanity in relevance to the issue and guidance of Quranic narratives. Applying historical research method the paper concludes that divine guidance is the only solution to solve all problems.

Keywords: Quranic notions, terminology, hermeunatics, virtue, evil

....

* ایم فل اسکالر، شعبہ اسلامی فکر وتہذیب، یو ایم ٹی لاہور

** پروفیسر، شعبہ اسلامی فکر وتہذیب ، یو ایم ٹی لاہور

*** اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اسلامی فکر وتہذیب ، یو ایم ٹی لاہور

تعارف:

انسان نے جب سے زندگی کے مسائل کو سمجھنے کی کوشش شروع کی ہے اس وقت سے خیر اور شر کا موضوع اس کے غور و فکر کا بنیادی مسئلہ رہا ہے۔ ہر زمانے کے فلسفیوں نے اس موضوع پر رائی زنی کی ہے، اہل مذہب نے بھی اس عقدہ کو حل کرنے کی کوشش کی، لیکن اس موضوع کو چند سوالات نے مزید الجھا دیا وہ یہ ہیں: کیا خیر اور شر دو الگ الگ چیزیں ہیں یا دونوں کا وجود محض اضافی اور نسبتی ہے یعنی کیا زمانہ اور حالات کے لحاظ سے خیر اور شر کا معیار بدل جاتا ہے؟ کیا خیر اور شر کا تصور انسان کی فطرت میں لکھا ہوا ہے اگر ایسا ہے تو وہ کون سا معیار اور کسوٹی ہے جن پر پرکھ کر معلوم کیا جاسکے کہ یہ خیر ہے اور یہ شر ہے؟ اگر خیر اور شر کا معیار فطری ہے تو قوموں، ملتوں اور گروہوں اور افراد کے درمیاں اختلافات کیوں ہیں؟

ان سوالات پر ہر زمانہ کے دانشوروں، حکیموں اور فلسفیوں نے غور و فکر کے بعد اپنی اپنی رائے ظاہر کی ہے۔ لیکن قرآن حکیم اس بارے میں ایک خاص نقطہ نظر پیش کرتا ہے، یہاں قرآن مجید کا نقطہ نظر اور چند مشہور فلسفیوں کی آراء کا تنقیدی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔ کچھ فلسفیوں کا خیال ہے کہ خیر اور شر نغمہ کے زیر و بم اور تصویر کے سرخ اور سیاہ دھبوں کی طرح ہے۔ ان فلسفیوں کے نمائندے ہیر اقلیطس اور سینٹ آگسٹائن وغیرہ ہیں، ان کے نزدیک نغمہ کے زیر و بم کی طرح خیر اور شر، نیکی اور بدی دونوں دنیا کے لیے ضروری ہیں۔ ان سے دنیا کی رنگینی میں اضافہ ہوتا ہے۔ مادی اشیاء کے متعلق تو یہ کہنا درست ہے کہ کہ گندی سے گندی چیز بھی کام آجاتی ہے گندگی سے بنی کھاد بھی اپنی جگہ بڑی قیمت رکھتی ہے لیکن اخلاقیات کے متعلق یہ معیار درست نہیں۔ سچ اور جھوٹ، ایمانداری اور بے ایمانی برابر نہیں ہو سکتی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"قُل لَّايَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ"

ترجمہ: "اے پیغمبرؐ! اِن سے کہہ دو کہ بری چیز اور عمدہ چیز بہر حال یکساں نہیں ہیں خواہ بری چیز کی کثرت تمھیں کتنا ہی فریفتہ کرنے والی ہو"

جن فلسفیوں نے خیر اور شر کے متعلق رائی دی کہ کوئی عمل بذات خود اچھا یا برا نہیں ہوتا، بلکہ انسان کی

نیت اور ارادہ اس کو اچھا اور برا بنا دیتا ہے۔ یہ رائی بھی کسی صورت درست نہیں کہ اگر ایک شخص چوری کرے پھر معلوم ہو کہ اس کی نیت اچھی تھی تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ چوری کا کام بھی اچھا تھا۔ اس لیے نیت اور ارادہ سے کوئی کام اچھا یا برا نہیں ہو سکتا۔ کچھ فلسفیوں نے لذت اور مسرت کو خیر اور شر کا معیار قرار دیا، انسان کے تجربات گواہ ہیں کہ لذت اور مسرت کا کوئی ایک معیار نہیں ہے۔ کیونکہ ہر انسان کی لذت دوسرے سے مختلف ہے ۔ مثلا گانے کی ترنگ سے ایک انسان محظوظ ہوتا ہے تو دوسرے اس سے پریشان ہو جاتا ہے ۔ اسی طرح مختلف کھیلوں، پیشوں اور مشغلوں میں انسان کی لذت اندوزی کا معیار بالکل مختلف ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی درست نہیں کہ اکثریت کی لذت اور مسرت کو معیار تسلیم کیا جائے اس لے کہ اکثریت کی لذت کا معیار بھی زمانہ، معاشرہ اور علاقہ کے لحاظ سے مختلف ہو جاتا ہے.

البتہ تاریخ کے تمام عظیم فلاسفر سقراط، افلاطون ارسطو سے لیکر کانٹ، جان لاک ان سب کی نظر میں خیر اور شر دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ یہ انسان کی فطرت میں الہام کر دی گئی ہیں۔ یعنی ازل سے انسان کی تخلیق میں اخلاقی شعور شامل ہے، انسان میں ایک نور یزدانی موجود ہے جو اس کی رہنمائی کرتی ہے بسا اوقات انسان بھول جاتا ہے تو علم اس کی رہنمائی کرتا ہے اس لیے علم ان کی نظر میں "خیر اعلیٰ" ہے۔ اور جدید فلسفیوں کے ہاں یہ نظریہ سب سے زیادہ مضبوط ہے، یہ نقطہ نظر قرآن مجید سے بھی قریب تر ہے۔

بعض مسلمان متکلمین نے یہ خیال ظاہر کیا کہ خیر اور شر حکمی ہے، اللہ جل جلالہ اور رسول ﷺ نے جس چیز کو خیر کہا وہ خیر ہے اور جس کو شر کہا وہ شر ہے۔ لیکن قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ کہ اللہ تعالی نے خیر اور شر کی صفات انسان میں ودیعت کر دی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا" 1 ترجمہ: "پھر نفس کی بدی اور اُس کی نیکی اس پر الہام کر دی"

قرآن میں جگہ جگہ انسان سے کہا گیا کہ تم کیوں عقل سے کام نہیں لیتے؟ کائنات اور اس کے نظام پر غو و فکر کیوں نہیں کرتے؟ اللہ تعالی نے انسان کو بار بار آفاق وانفس پر غور و فکر کی دعوت دی ہے تا کہ وہ عقل سے کام لے کر صحیح نتائج تک پہنچ سکے۔ لہذا خیر و شر کا معیار صرف حکمی نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ نیکی اور بدی کے تمام صفات انسان کی فطرت کے اندر ودیعت ہیں۔ اللہ تعالی نے اتمام حجت کے لیے انسان کو بار بار

یاد دہانی فرمائی ہے۔یعنی اپنے پیغام اور انبیاء کے ذریعہ ان تمام کلیات اور جزئیات کو وضاحت کے ساتھ بتادیا ہے جن کی روشنی میں انسان خیر اور شر کے درمیان فرق کر سکے۔اس لیے قرآن کا ایک نام فرقان یعنی حق وباطل میں فرق کرنے والا اور ایک نام میزان بھی ہے. ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ"2

"ہم نے اپنے رسولوں کو صاف صاف نشانیوں اور ہدایات کے ساتھ بھیجا، اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں"

قرآن مجید کا نقطۂ نظر:

جہاں تک قرآن مجید ہے اس کے نزدیک خیر اعلیٰ " اللہ تعالیٰ پر ایمان" ہے شر اعظم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھرانا ہے۔ایک مرتبہ آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سا عمل سب سے افضل ہے ؟ آپ نے فرمایا:" اللہ پر ایمان"3

ایک اور صحابی نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ کون سا گناہ سب سے زیادہ سنگین ہے ؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

"ان تجعل لله ندًا وهوخلقک"4ترجمہ:"یہ کہ تو اللہ کا ہم سر ٹھہرائے حالانکہ وہی ہے جس نے تجھے پیدا کیا"

اس خیر اعلی کو اللہ تعالی نے انسان کی فطرت میں سمو دیا ہے اس کا حوالہ قرآن مجید میں ہے۔قرآن میں ایک جگہ عالم ارواح کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، اللہ تعالی نے تمام اولاد آدم کو گواہ بنا کر گان سے سوال کیا۔کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟سب نے اعتراف کیا ضرور کیوں نہیں!ارشاد باری تعالی ہےَ:

"وَ اِذۡ اَخَذَ رَبُّکَ مِنۡۢ بَنِیۡۤ اٰدَمَ مِنۡ ظُہُوۡرِہِمۡ ذُرِّیَّتَہُمۡ وَ اَشۡہَدَہُمۡ عَلٰۤی اَنۡفُسِہِمۡ ۚ اَلَسۡتُ بِرَبِّکُمۡ ؕ قَالُوۡا بَلٰی شَہِدۡنَا اَنۡ تَقُوۡلُوۡا یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ اِنَّا کُنَّا عَنۡ ہٰذَا غٰفِلِیۡنَ ۔ اَوۡ تَقُوۡلُوۡۤا اِنَّمَاۤ اَشۡرَکَ اٰبَآؤُنَا مِنۡ قَبۡلُ وَ کُنَّا ذُرِّیَّۃً مِّنۡۢ بَعۡدِہِمۡ ۚ اَفَتُہۡلِکُنَا بِمَا فَعَلَ الۡمُبۡطِلُوۡنَ"5

ترجمہ: "اور اے نبی، لوگوں کو یاد دلاؤ وہ وقت جبکہ تمہارے رب نے بنی آدم کی پُشتوں سے ان کی نسل کو نکالا تھا اور انہیں خود ان کے اوپر گواہ بناتے ہوئے پوچھا تھا "کیا میں تمارا رب نہیں ہوں؟" انہوں نے کہا" ضرور آپ ہی ہمارے رب ہیں، ہم اس پر گواہی دیتے ہیں"۔ یہ ہم نے اس لیے کیا کہ کہیں تم قیامت کے روز یہ نہ کہہ دو کہ "ہم اس بات سے بے خبر تھے"، یا یہ نہ کہنے لگو کہ "شرک کی ابتدا تو ہمارے باپ دادا نے ہم سے پہلے کی تھی اور ہم بعد کو ان کی نسل سے پیدا ہوئے، پھر کیا آپ ہمیں اُس قصور میں پکڑتے ہیں جو غلط کار لوگوں نے کیا تھا"۔

انبیاء اس بھولا ہوا سبق کو یاد دلانے کے آئے ہیں انسان کو توحید کی دعوت دی، شرک کو باطل اور انسان کا خود ساختہ عقیدہ قرار دیا، اس لیے مشرکین سے مطالبہ کیا ہے کہ اگر ان کے پاس خود ساختہ شریکوں کے حق میں کوئی دلیل ہے تو لائیں۔ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ خیر اور شر دو الگ الگ مستقل اقدار ہیں، یہ دونوں انسان کی فطرت میں ودیعت ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"فَاَلْہَمَہَا فُجُوْرَہَا وَ تَقْوٰہَا"6 ترجمہ: "پھر نفس کی بدی اور اُس کی نیکی اس پر الہام کر دی"۔

اس لیے فلسفیوں کا یہ خیال غلط ہے کہ انسان خارجی ماحول سے متاثر ہو کر گناہ کرتا ہے، بلکہ انسان خود نیکی اور بدی کا ذمہ دار ہے، نیکی اور بدی کا شعور ہر انسان کی فطرت میں موجود ہے اس لیے انسان اپنے اعمال کو خیر اور شر میں تقسیم کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی یوں وضاحت کی ہے:

" اَلَمْ نَجْعَلْ لَّہٗ عَیْنَیْنِ، وَ لِسَانًا وَّ شَفَتَیْنِ،وَ ہَدَیْنٰہُ النَّجْدَیْنِ"7

"کیا ہم نے اُسے دو آنکھیں اور ایک زبان اور دو ہونٹ نہیں دیے؟ اور دونوں نمایاں راستے (ہدایت اور گمراہی) اُسے نہیں دکھا دیے"

اسی کو اللہ تعالی نے دین فطرت قرار دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"فَاَقِمْ وَجْہَکَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْہَا ؕ لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰہِ ؕ ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَ لٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ"8

ترجمہ: "پس (اے نبیؐ اور نبیؐ کے پیرو) یک سُو ہو کر اپنا رخ اس دین کی سمت میں جمادو، قائم ہو جاؤ اس فطرت پر جس پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے، اللہ کی بنائی ہوئی ساخت بدلی نہیں جاسکتی، یہی بالکل راست اور درست دین ہے، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں"

اس سے معلوم ہوا دین اسلام اور دین فطرت میں کوئی تضاد نہیں۔ جو کچھ فطرت میں لکھا ہوا ہے اس کی تفصیل وحی الٰہی سے ہوتی ہے۔ سورۃ نور میں اسی سلیم الفطرت انسان کے دل کو (نور علی نور) کہا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ ۖ الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ ۖ الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِن شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ۚ نُّورٌ عَلَىٰ نُورٍ ۗ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَن يَشَاءُ"9

ترجمہ: "اللہ آسمانوں اور زمین کا نُور ہے۔ (کائنات میں) اس کے نُور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق میں چراغ رکھا ہُوا ہو، چراغ ایک فانُوس میں ہو، فانُوس کا حال یہ ہو کہ جیسے موتی کی طرح چمکتا ہوا تارا، اور وہ چراغ زیتون کے ایک ایسے مبارک درخت کے تیل سے روشن کیا جاتا ہو جو نہ شرقی ہو نہ غربی، جس کا تیل آپ ہی آپ بھڑکا پڑتا ہو، چاہے آگ اس کو نہ لگے، (اِس طرح) روشنی پر روشنی (بڑھنے کے تمام اسباب جمع ہو گئے ہوں)۔ اللہ اپنے نُور کی طرف جس کی چاہتا ہے رہنمائی فرماتا ہے"۔

تزکیہ نفس (خیر) اور تدسیہ نفس (شر):

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ایک جگہ نفس کی قسم کھا کر صاف لفظوں میں بیان فرمادیا کہ جس نے اپنے نفس کی اصلاح کی وہی کامیاب ٹھہرا اور جس نے اس کی اصلاح نہ کی وہ نامراد ہوا، اس سے معلوم ہوا کہ اصلاح اور گمراہی کا اختیار انسان کے اپنے ہاتھ میں ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَ نَفْسٍ وَّ مَا سَوّٰىهَا ، فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰىهَا ، قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا، وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا"10

ترجمہ: "اور نفسِ انسانی اور اس ذات کی قسم جس نے اُسے ہموار کیا، پھر اُس کی بدی اور اُس کی نیکی اس پر الہام کر دی، یقیناً فلاح پا گیا وہ جس نے نفس کا تزکیہ کیا اور نامراد ہوا وہ جس نے اُس کو دبا دیا"

نفس کو ہموار کرنے سے مراد یہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالی نے ایسا جسم عطا کیا جو اپنے قامتِ راست اور اپنے ہاتھ پاؤں اور اپنے دماغ کے اعتبار سے زندگی بسر کرنے کے لیے موزوں ترین ہے۔ اس کو دیکھنے، سننے، چھونے، چکھنے اور سونگھنے کے ایسے حواس عطا کیے جو اپنے تناسب اور اپنی خصوصیات کی بنا پر اس کے لیے بہترین ذریعہ علم بن سکتے ہیں۔ انسان کو قوت عقل وفکر، قوت استدلال واستنباط، قوت خیال، قوت حافظہ، قوتِ تمیز، قوتِ فیصلہ، قوت ارادی اور دوسری ایسی ذہنی قوتیں عطا کیں جن کی بدولت وہ دنیا میں اس کام کے قابل ہوا جو انسان کے کرنے کا ہے۔ اس کے علاوہ ہموار کرنے میں یہ مفہوم بھی شامل ہے کہ اسے پیدائشی گناہ گار اور جبلی بدکردار بنا کر نہیں بلکہ راست اور سیدھی فطرت پر پیدا کیا اور اسکی ساخت میں کوئی خلقی کجی نہیں رکھ دی کہ وہ سیدھی راہ اختیار کرنا چاہے بھی تو نہ کر سکے۔ یہی بات ہے جسے سورہ روم میں ان الفاظ بیان کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ :

"فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا"[11] "قائم ہو جاؤ اس فطرت پر جس پر اللہ تعالی نے انسانوں کو پیدا کیا"

تزکیہ نفس کے لیے "زَكّٰيهَا" کے الفاظ استعمال کیا گیا ہے جس کا مصدر تزکیہ ہے لغت میں تزکیہ کے معنی ہیں پاک کرنا، ابھارنا اور نشو نما دینا۔ ان آیات کے سیاق وسباق سے اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جو اپنے نفس کو فجور سے پاک کرے، اس کو ابھار کر تقوی کی بلندی پر لے جائے اور اس کے اندر بھلائی کو نشو نما دے وہ فلاح پائے گا۔ اس کے مقابلہ میں "دَسّٰيهَا" کے الفاظ استعمال کیا گیا ہے جس کا مصدر تدسیہ ہے۔ تدسیہ کے معنی دبانے، چھپانے ،اغوا کرنے اور گمراہ کر دینے کے ہیں۔ سیاق وسباق سے اس کا مطلب بھی واضح ہو جاتا ہے کہ وہ شخص نامراد ہو گا جو اپنے نفس کے اندر پائے جانے والے نیکی کے رجحانات کو ابھارنے اور نشو نما دینے کے بجائے ان کو دبا دے۔ اس کو بہکا کر برائی کے رجحانات کی طرف لے جائے، اور فجور کو اس پر اتنا غالب کر دے کہ تقوی اس کے نیچے اس طرح چھپ کر رہ جائے جیسے ایک لاش قبر پر مٹی ڈال دینے کے بعد چھپ جاتی ہے۔ تزکیہ نفس کا مطلب در حقیقت یہ ہے کہ بندہ تو صرف تقوی اور تزکیہ کی خواہش اور طلب ہی کر سکتا ہے، رہا اس کا نصیب ہو جانا، تو بہر حال اللہ ہی کی توفیق پر منحصر ہے۔ اور یہی حال تدسیہ کا بھی ہے کہ اللہ زبردستی کسی کے نفس کو نہیں دباتا، مگر جب بندہ اس پر تل جائے تو اللہ تعالی اسے تقوی اور تزکیہ کی توفیق سے محروم کر دیتا ہے اور اسے چھوڑ دیتا ہے کہ اپنے نفس کو جس گندگی کے ڈھیر میں دبانا چاہے دبا دے۔(12)

ان تمام قرآنی آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں اپنے بندوں کے لیے حق کی روشنی پھیلائی اور حق کو باطل سے، صحیح کو غلط سے، راہِ راست کو گمراہیوں سے چھانٹ کر بالکل نمایاں کر دیا، تو جو لوگ دیدۂ بینا رکھتے تھے، ان پر تو ساری حقیقتیں روشن ہو گئیں، مگر جن لوگوں نے اپنے نفس کو پراگندہ کر دیا ان کو ہدایت کی روشنی میں کچھ نظر نہ آیا۔ پھر اللہ نے ایسے لوگوں سے نورِ بصیرت سلب کر لیا۔ اللہ نورِ بصیرت اسی کا سلب کرتا ہے، جو خود حق کا طالب نہیں ہوتا، خود ہدایت کے بجائے گمراہی کو اپنے لیے پسند کرتا ہے، خود صداقت کا روشن چہرہ نہیں دیکھنا چاہتا۔ جب اُنہوں نے نورِ حق سے منہ پھیر کر ظلمتِ باطل ہی میں بھٹکنا چاہا تو اللہ نے انہیں اسی کی توفیق عطا فرمادی۔

فلسفۂ خیر سے متعلق قرآنی مترادفات، اصطلاحات و تعبیرات:

غفران:

غفر یَغفِرُ کا معنی پردہ ڈالنا ہے۔ اَلغَفرُ سے مراد کسی چیز پر کوئی ایسی چیز پہنا دینا جو اسے میل کچیل سے محفوظ رکھے۔(13)

غَفَرَ غفراً الشئ ڈھانکنا۔ غفر الشیب بالخضاب سفید بالوں کو خضاب سے چھپانا۔ غَفراً، غفیراً و غفیرَة و غُفرَاناً و مغفرة و غفوراً له الذنب چھپانا اور معاف کر دینا۔(14)

قرآن مجید میں یہ لفظ اس آیت میں آیا ہے:

"غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ"(15)

ترجمہ: " ہم تیری بخشش طلب کرتے ہیں اے ہمارے رب اور ہمیں تیری ہی طرف لوٹنا ہے"۔

لسان العرب میں ہے:

"يقال الهم اغفر لنامغفرة وغفراناواصل الغفر التغطية والستر،والغفر، الغفران وفي الحديث كان اذاخرج من الخلاقال غفرانك"(16)"الغفران مصدروهومنصوب باضمار أطلب"(17)

ترجمہ: کہا جاتا ہے کہ اے اللہ ہمیں بخش دے مغفرۃ، غفر اور غفران (مصدر) ہیں۔ اور الغفر کا معنی ڈھانکنا اور چھپانا ہے اور الغفر اور غفران مترادف ہیں۔ اور حدیث میں ہے کہ جب نبی ﷺ بیت الخلا سے نکلتے تو غفرانک کہتے تھے۔ غفران مصدر ہے یہ اطلب فعل مضمر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ معجم مقاییس اللغۃ میں ہے:

"فالغفر الستر، والغفران والغفر بمعنی"(18) ترجمہ: "الغفر کا معنی الستر ہے اور غفران اور الغفر کا ایک ہی معنی ہے"۔ اس لغوی بحث سے معلوم ہوا کہ غفران کا لفظ چھپانے اور ڈھانکنے کے معنی بیان کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے غفران کے معنی یہ ہیں کہ وہ گناہوں کی عقوبت سے انسان کو چھپالے اور غفر بمعنی اللہ تعالیٰ کا بندوں کو ان کے گناہوں کی عقوبت سے بچانا اس کا صلہ "ل" سے آتا ہے غفران عذاب کے ساقط ہونے کا مقتضی ہے۔ یعنی عذاب کا باعث بننے والی چیزوں کو دور کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ اس بات کو المفردات فی غریب القرآن میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:"والغفران والمغفرة من الله هو ان يصون العبد من ان يمسة العذاب وقد يقال غفر له اذا تجافى عنه في الظاهر و ان لم يتجاف عنه في الباطن نحو(19):(قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ لَايَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ)"(20)

اللہ کی طرف سے غفران اور مغفرت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو عذاب پہنچنے سے محفوظ کرلے۔ اور غفرلہ اس وقت بولا جاتا ہے۔ جب کسی سے ظاہر میں پہلو تہی اختیار کی جائے۔ اگرچہ باطن میں نہ کرے جیسے ارشاد ہے مومنوں سے کہہ دو کہ جو لوگ اللہ کے دنوں کے اعمال کے بدلے کے لیے مقرر ہیں توقع نہیں رکھتے ان سے در گزر کریں۔

معجم التعریفات میں غفران کی اصطلاحی تعریف یوں بیان ہوئی ہے:"المغفرة هى ان يستر القادر القبيح الصادر ممن تحت قدرته حتي ان العبد اذا ستر عيب سيده مخافة عقابه لا يقال غفر له"(21)

"مغفرت سے مراد ہے کہ قدرت رکھنے والا اس برائی کو چھپائے جو اس کی قدرت کے ماتحت آنے والے سے سرزد ہو۔ اگر غلام اپنے آقا کی سزا کے ڈر سے اس کا عیب چھپائے تو اس کے لیے غفرلہ کا فعل استعمال نہیں کیا جائے گا"۔

العفو:

عقوبت یا کسی سے بدلہ لینے سے دستبردار ہو جانا۔ جو شخص سزا کا مستحق ہو اسے چھوڑ دینا۔ اس کے قصور کا بدلہ نہ لینا۔ خواہ یہ قصور چھوٹا ہو یا بڑا۔ المنجد میں ہے:

"عفا یعفوا عفواً عنه وله ذنبه و عفا عن ذنبه"(22)۔ درگزر کرنا، معاف کرنا، سزا کو چھوڑ دینا"عفو الله عنه"(23)"اللہ تعالیٰ کا گناہوں کو معاف کر دینا"

اسی طرح القاموس الوحید میں ہے "عفا الاثر عفوا و عفوا وعفاءا"نشان مٹنا"عفا الشئ" پوشیدہ ہونا"عفاالارض"گھاس کا زیادہ ہو کر زمین کو ڈھانک دینا"عفاء الماء" پانی کا صاف رہنا گدلا کرنے والی چیز کا اس میں نہ ملنا"عفا الریح الاثر" ہوا کا نشان کو مٹانا۔"عفا من ذنبه و عنه ذنبه وله ذنبه"گناہ یا جرم کو معاف کرنا۔(24) قرآن پاک میں ہے:

"فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَي اللّٰهِ"(25)

ترجمہ:"پھر جو معاف کر دے اور اصلاح کر لے تو اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے"

تفسیر القرآن الکریم میں ہے:

"عفا یعفو"کا معنی مٹانا ہے، کہا جاتا ہے"عفت الریح الاثر" "ہوا نے قدموں کے نشان مٹا دیا" یعنی ان کی لغزش کا خیال دل سے مٹا دیں اور اس پر پردہ ڈال دیں۔(26)

اور تفسیر ضیاء القرآن میں ہے:

" عفو کہتے ہیں باوجود قدرت کے انسان کسی کی خطاء اور ضرر رسانی پر صرف خاموش ہی نہ رہے بلکہ دل سے اسے معاف بھی کر دے۔هو التجافي عن ذنب المذنب مع القدرة عليه"(27)

لغوی بحث اور مفسرین کے بیان کردہ مفہوم سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ العفو، غفران کا انتہائی قریب المعنی لفظ ہے جس کا معنی معاف کرنا اور اتنا معاف کرنا کہ دل میں اس کے متعلق خلش کو بھی جگہ نہ دینا۔ تو جب دل سے کسی کی غلطی و جرم کا خیال ہی مٹا دیا تو بدلہ و عقوبت کہاں؟ یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی صفت کے طور پر قرآن کریم میں کئی مقامات پر بیان ہوا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ بندوں کو بھی ترغیب ہے ک وہ عفو و درگزر سے کام لیں۔ اس پر اللہ

تعالیٰ نے اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔ یعنی عفو، نہایت معتدل لفظ ہے جو اللہ کریم کے بندوں کو اور خود انسان کے دوسرے انسانوں کو معاف کر دینے کے لیے استعمال ہوتا ہے جب کہ غفران کا استعمال عموماً اللہ کے لیے ہی ہوتا ہے ہاں انسانوں کے لیے بھی قلیل طور پر مستعمل ہے۔

الصفح:

در گزر کرنا، جانے دینا کسی کو اس کے قصور کا احساس نہ ہونے دینا۔ اس سے باز پرس بھی نہ کرنا۔ الصفح، عفا سے ابلغ ہے عفا ترک عقوبت ہے اور الصفح ترک ملامت۔ القاموس الوحید میں ہے:

"صفح عنه صفحا: منہ پھیرنا۔ عن ذنبہ معاف کرنا، در گزر کرنا"(28)

قرآن کریم میں ہے:" فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ"(29)

ترجمہ:"سو تم معاف کرو اور در گزر کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لے آئے"۔

دوسرے مقام پر ہے:"فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ"(30) ترجمہ:"پس ان سے در گزر کر اور کہہ سلام ہے"۔(براءت اور قطع تعلقی کے اظہار کے لیے)

تفسیر القرآن الکریم میں ہے اس لفظ کی وضاحت یوں بیان کی گئی ہے:"والیصفحوا" بعض اہل علم نے فرمایا کہ یہ "صفحۃ العنق"(گردن کا کنارہ) سے مشتق ہے، یعنی ان کے برے سلوک سے اس طرح در گزر کرو جیسے تم نے ان سے گردن کا کنارہ پھیر لیا ہے۔ عفو و در گزر کا یہ حکم کئی آیات میں آیا ہے"(31)

اور تفسیر ضیاء القرآن میں "فاصفح الصفح الجمیل" کی تفسیر اس طرح بیان ہوئی ہے:

"ارشاد ہو رہا ہے کہ اگر وہ ستانے سے باز نہیں آتے، اگر اسلام کے خلاف ان کی سرگرمیاں تیز سے تیز ہو رہی ہیں اے صاحب خلق عظیم آپ پھر بھی ان سے در گزر ہی فرماتے رہیے اور وہ در گزر بھی ایسی شان سے جو آپ کے خلق عظیم کو زیبا ہو۔ وہ راستہ میں کانٹے بچھائیں آپ ان کے لیے مغفرت طلب کیجیے۔ وہ پتھر برسائیں اور آپ رحمت کے پھول نچھاور کیجیے"(32)

الصفح، غفران کا قریب المعنی لفظ ہے اس میں اعراض اور پہلو تہی کے معنی پائے جاتے ہیں کبھی یہ اعراض بمعنی معاف کر دینے کے ہوتا ہے اور کبھی فتنہ سے بچنے کے لیے کسی سے در گزر کرنا اور اس کے عیبوں پر پردہ ڈالنا اور بطور تصفیہ کے ہوتا ہے جیسا کہ فرمایا:

" یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ"(33)

ترجمہ:" اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بے شک تمھاری بیویوں اور تمھارے بچوں میں سے بعض تمھارے دشمن ہیں، سو ان سے ہوشیار رہو اور اگر تم معاف کرو اور در گزر کرو اور بخش دو تو بے شک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے"۔

یعنی دشمن سے دشمنی ہوتی ہے لیکن یہ ایسے دشمن ہیں کہ ان سے انسان مسلسل دشمنی نہیں رکھ سکتا۔ لہذا یہاں در گزر بہت سی خیر کا سبب بن سکتا ہے۔ اور کبھی الصفح (در گزر اور اعراض) بطور براءت اور قطع تعلقی کے ہوتا ہے جس کا حکم کفار و مخالفین کے متعلق ہے۔ قرآن کریم میں در گزر کا کئی جگہ حکم دیا گیا ہے۔ درج بالا صورتوں میں سے الصفح کی کونسی قسم ہوگی یہ مخاطب کے مطابق ہوگا۔ الصفح کا عمومی اور کثیر استعمال انسانوں کے دوسرے انسانوں کے لیے ہے البتہ قلیل طور پر ذات باری تعالیٰ کے لیے بھی ہے۔

تصدق:

تصدق بہ کے معنی اپنے حق سے دستبردار ہوئے یعنی اپنا حق دوسرے کو معاف کر دینے کے ہیں۔ القاموس الوحید میں ہے:"تصدق ولیه بکذا"(34)"کسی کو کوئی چیز خیرات کرنا۔ صدقہ میں دینا"

قرآن کریم میں ہے:"وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ"(35)

"اور سب زخموں میں برابر بدلہ ہے، پھر جو اس (قصاص) کا صدقہ کر دے تو وہ اس کے لیے کفارہ ہے"۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

"وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰی مَیْسَرَةٍ ؕ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَیْرٌ لَّكُمْ"(36)

"اور اگر کوئی تنگی والا ہو تو آسانی تک مہلت دینا لازم ہے اور یہ بات کہ صدقہ کر دو تمھارے لیے بہتر ہے"۔

تفسیر القرآن الکریم میں "تصدق کی تفسیر میں حافظ عبد السلام بھٹوی قمطراز ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ کوئی تنگ دست ہو تو آسانی تک اسے مہلت دو اور اگر قرض بالکل معاف کر دو تو زیادہ اچھا ہے۔(37)

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں "فمن تصدق بہ فھو کفارۃ لہ" عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"جس شخص کے جسم پر کوئی زخم لگایا جائے، پھر وہ اسے معاف کر دے تو جتنا اس نے معاف کیا اللہ تعالیٰ اتنا ہی اس کو اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دے گا"(38)

تفہیم القرآن میں ہے:

"یعنی جو شخص صدقہ کی نیت سے قصاص معاف کر دے اس کے حق میں یہ نیکی اس کے بہت سے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گی"(39)

"تصدق" جیسا کہ لفظ سے ہی ظاہر ہے مالی معاملات کی معافی اور اپنا حق چھوڑنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ مقروض یا قصاص کی رقم کی ادائیگی والے کے ذمہ رقم واجب الادا ہے۔ تو تنگ دستی کی صورت میں اسے مہلت یا مکمل چھوٹ دینا تصدق ہے اور یہ لفظ انسانوں کے ایک دوسرے کے ساتھ ہی استعمال ہوتا ہے۔

تجاوز:

جاز الامر: کسی کام کا جائز ہونا۔ ممنوع نہ ہونا۔(40)

"جاوزالطریق و نحوہ ومجاوزۃ و جوازاً" گزر جانا، پار کرنا۔(41)(الفاظ کی زیادتی کی وجہ سے معنی میں زیادتی ہوئی)"جاوز عن ذنبہ" گناہ یا جرم کو معاف کرنا۔"عن الرجل" معاف کرنا۔"تجاوز عن الذنب" گناہ پر گرفت نہ کرنا۔(42)اس کا ایک اور معنی القاموس میں لیا گیا ہے۔"تجاوز فی الشئ" حد سے بڑھنا۔ افراط سے کام لینا۔(43)مطلب ہے کہ برائی زیادہ ہے لیکن لطف و کرم سے اس کا محاسبہ نہ کرنا۔ قرآن کریم میں ہے:

"اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ"(44)

"یہی وہ لوگ ہیں کہ ہم ان سے وہ سب سے اچھے عمل قبول کرتے ہیں جو انھوں نے کیے اور ان کی برائیوں سے در گزر کرتے ہیں"

تفسیر القرآن الکریم میں "نتجاوز عن سیاتھم" کی تفسیر اس طرح کی گئی ہے :

"اور ان کی برائیوں سے در گزر فرمائے گا"(45)

تفہیم القرآن میں تجاوز کی یہی تفسیر کی گئی ہے فرماتے ہیں:

"ان کی لغزشوں، کمزوریوں، اور خطاؤں پر گرفت نہیں کی جائے گی"(46)

لغوی بحث اور تفاسیر کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ "تجاوز" کا معنی معاف کرنا اور چشم پوشی ہے جو کہ اس کی خدمات کے پیش نظر اس کی معمولی خامیوں اور کوتاہیوں سے کی جاتی ہے۔ اس کا استعمال زیادہ تر اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہوتا ہے۔ اور نظر انداز کرنے کے معنی میں ہو تو بندوں کے لیے بھی مستعمل ہو سکتا ہے۔

تکفیر:

تکفیر کے معنی برائی اور گناہ کو چھپانے اور اسے اس طرح مٹا دینے کے ہیں جیسے اس کا ارتکاب ہی نہیں کیا المنجد میں ہے: "کفر یکفر کفرا الشیئ" چھپانا "کفر درعہ بثوبہ" اس نے اپنی زرہ کو اپنے کپڑے سے چھپایا "کفر الشیئ" چھپانا۔(47) کفارہ وہ عمل ہے جس کے ادا کرنے سے گناہ سے پردہ پوشی ہو جائے۔ امام راغب نے اس کی وضاحت اس طرح کی ہے:

"کفر: الکفر في اللغة سترالشئي و وصف اللیل بلکافر لستره الاشخاص و الزراع لستره البذر في الارض"(48)

"لغت میں الکفر کا معنی کسی شے کو چھپانا ہے۔ اللیل کی صفت الکافر اس لیے آئی ہے کہ یہ لوگوں کو چھپا لیتی ہے۔ اور کاشت کاروں کو (کفار) اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ دانے کو زمین میں چھپاتا ہے"۔

حافظ عبد السلام بن محمد نے تکفیر کی وضاحت یوں بیان کی ہے:

"کفر عنهم سیا تهم" ایمان اور عمل صالح کی بدولت اللہ تعالیٰ پہلے تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے۔(49)

پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ لکھتے ہیں:

"اگر ان سے بمقتضائے بشریت کوئی غلطی سرزد ہو بھی جائے تو ان کی خوبیوں اور نیکیوں کے باعث معاف کر دی جاتی ہے۔"لا کفرن عنهم " کا معنی علامہ بیضاویؒ نے"لا محونها" کیا ہے یعنی مٹادوں گا محو کر دوں گا میں ان کے گناہ"(50)

الحاصل تکفیر سے مراد چھپانا اور مٹادینا۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ نیک اعمال کے بدلے میں گناہوں اور برائیوں کو مٹادے تو اسے تکفیر کہا جائے گا۔ قرآن مجید میں ہے:

"وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ"(51)

ترجمہ:" اور اگر واقعی اہل کتاب ایمان لے آتے اور ڈرتے تو ہم ضرور ان سے ان کے گناہ دور کر دیتے"۔

حطۃ: الحط کے معنی کسی چیز کو اوپر سے نیچے اتارنے کے ہیں۔ چنانچہ القاموس الوحید میں ہے:

"حط یحط حطاً" گرنا، اترنا، کم ہونا۔ "السعر" بھاؤ گرنا "وزرہ" بوجھ اتارنا، بوجھ کم کرنا "الدین ومنہ" قرض کو کم کرنا، اس کا کچھ حصہ چھوڑ دینا "الحطۃ" طلب مغفرت۔(52) بمعنی گناہوں کا بوجھ اتارنے کی درخواست۔ قرآن کریم میں ہے:

قُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ"(53 ترجمہ:" کہو بخش دے، تو ہم تمھیں تمھاری خطائیں بخش دیں گے"

تفسیر القرآن الکریم میں حطۃ کی وضاحت اس طرح بیان کی گئی ہے:

"جب بیت المقدس فتح ہوا تو انہیں (بنی اسرائیل کو) حکم دیا گیا کہ اس فتح کی شکر گزاری میں اللہ تعالیٰ کے عاجز بندوں کی طرح سجدہ ریز ہو کر اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہوئے شہر میں داخل ہوں۔ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں یہ حکم ویسا ہی تھا جیسا کہ رسول ﷺ کو سورہ نصر میں فتح کے موقع پر تسبیح و استغفار کا حکم دیا گیا ہے"(54)

مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ نے اس کی تفسیر اس طرح کی ہے:

"حطۃ کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ خدا سے اپنی خطاؤں کی معافی مانگتے ہوئے جانا، دوسرے یہ کہ لوٹ مار اور قتل عام کے بجائے بستی کے باشندوں میں در گزر اور عام معافی کا اعلان کرتے جانا"(55)

پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ لکھتے ہیں:

"انہیں (بنی اسرائیل کو) ہدایت فرمائی جارہی ہے ک جب فاتحانہ طور پر شہر داخل ہونے لگیں تو دوسرے فاتحین کی طرح سر کش و مغرور ہو کر داخل نہ ہوں بلکہ دل میں عجز و تواضع اور زبان پر (حطة) طلب مغفرت کی دعائیں ہوں"(56)

مطالعہ سے معلوم ہوا کہ "حطۃ بھی غفران کا ہم معنی ہے۔ اس کے معنی گرانا یعنی ختم کرنا کے ہیں، اردو ادب میں انحطاط یعنی زوال کا لفظ تقریباً انہی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ لہذا جب گناہوں کے لیے استعمال کیا جائے گا تو معنی بنے گا گناہوں کا زائل ہونا۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے ذنوب اور ان کے اثرات کے ازالہ کی دعا کرنا۔

حواشی

---

1 الشمس 8:91

2 الحدید 25:57

3 قشیری، مسلم بن حجاج، ابوالحسین، امام، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، بیت الافکار، ریاض، 1998ء، رقم الحدیث 1980:

4 ایضاً، رقم الحدیث:1995

5 الاعراف 172،173:7

6 الشمس 8:91

7 البلد 8،9،10:90

8 الروم 30:30

9 النور 35:24

10 الشمس 91 : 7-10

11 الروم30 : 30

12 مودودی، ابو الاعلیٰ، سید، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، ج:6، ص250- 253

(13)لوئیس معلوف، المنجد، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، س ن، مادہ غفر، ص:611

(14) راغب اصفہانی، حسین بن محمد، ابو القاسم، المفردات فی غریب القران، شیخ شمس الحق لاہور، ج:2، ص:198

(15)البقرۃ2:285

(16)ترمذی، محمد بن عیسیٰ، ابو عیسیٰ، السنن، کتاب الطہارۃ، باب مایقول اذا خرج من الخلاء، رقم الحدیث:827

(17) افریقی، ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب، دار صادر، لبنان، ج:5، ص:25

(18)احمد بن فارس، معجم مقاییس اللغۃ، دار الفکر، لبنان، ج:4، ص:385

(19)راغب اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، ج:2، ص:469

(20)الجاثیہ45:14

(21)الجرجانی، علی بن محمد السید الشریف، کتاب التعریفات، ص:239

(22)لوئیس معلوف، المنجد، مکتبہ قدوسیہ، لاہور، پاکستان، ص:569

(23)ایضاً

(24) قاسمی، مولانا، وحید الزماں، القاموس الوحید، ادارہ اسلامیات، لاہور، پاکستان، 2001ء، مادہ عفو، ص:110

(25)الشوریٰ42:40

(26) بھٹوی، حافظ عبد السلام بن محمد، تفسیر القرآن الکریم، ج:3، ص:96

(27)الازہری، محمد کرم شاہ، پیر، ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور پاکستان، ج:1، ص:274

(28) قاسمی، وحید الزمان، القاموس الوحید، ص:926

(29)البقرۃ2:109

(30)الزخرف43:89

(31) بھٹوی، حافظ عبد السلام بن محمد، تفسیر القرآن الکریم، ج:3، ص:96

(32)الازہری، کرم شاہ، پیر، ضیاء القرآن، ج:2، ص:549

(33)التغابن64:14

(34) قاسمی، وحید الزمان، القاموس الوحید، ص:917

(35)المائدہ5:45

(36)البقرۃ2:280

(37) بھٹوی، حافظ عبد السلام بن محمد، تفسیر القرآن الکریم، ج:1، ص:230

(38)ایضاً، ص:477

(39)مودودی، سید ابو الاعلیٰ، تفہیم القرآن، ج:1، ص:474

(40)لوئیس معلوف، المنجد، ص:132

(41) قاسمی، مولانا وحید الزمان، قاموس الوحید، ص:297

(42)ایضاً

(43) قاسمی، مولانا وحید الزمان، قاموس الوحید، ص:297

(44)الاحقاف46:16

(45) بھٹوی، حافظ عبد السلام بن محمد، تفسیر القرآن الکریم، ج:4، ص:280

(46) مودودی، سید ابو الاعلیٰ، تفہیم القرآن، ج:4، ص:611

(47)لوئیس معلوف، المنجد، ص:757

(48) راغب اصفہانی، حسین بن محمد، المفردات فی غریب القرآن، ج:2، ص:359

(49) بھٹوی، حافظ عبد السلام بن محمد، تفسیر القرآن الکریم، ج:4، ص:300

(50)الازہری، محمد کرم شاہ، پیر، تفسیر ضیاء القرآن، ج:1، ص:308

(51)المائدہ5:65

(52) قاسمی، مولانا وحید الزمان، القاموس الوحید، ص:352

(53)البقرۃ2:58

(54) بھٹوی، حافظ عبد السلام بن محمد، تفسیر القرآن الکریم، ج:1، ص:74

(55)مودودی، سید ابو الاعلیٰ، تفہیم القرآن، ج:1، ص:79

(56)الازہری، محمد کرم شاہ، پیر، ضیاء القرآن، ج:1، ص:60

1. Al maida5:100
2. Al shams91:8
3. Al Hadeed 57:25
4. Qasheeri,Muslim bin Hajjaj,Abu al hussain,imam,aljamai Alsahih,kitab ul iman,,bait ul afkar,Riyadh,1998,Hadith numb:1980

5. Same,Hadith Number:1995
6. Al aaraaf7:172,173
7. Al shams91:8
8. Al balad90:8,9,10
9. Al room30:30
10. Al noor24:35
11. Al shams91:7-10
12. Al room30:30
13. Mudoodi,Abu alaalaw,syed,tafheem ul quran,idara tarjuman ul quran,Vol:6,Page:250-253
14. Lois Maloof,almunjad,maktaba quddusia,Lahore,Root word غفر,page:611
15. Raghib asfahani,Hussain bin Muhammad,abulqasim,almufrada fi ghareeb ilquran,sheikh shamsul haq,Lahore,vol:2,Page:198
16. Al baqara2:285
17. Tirmizi,Muhammad bin esa,Abu esa,alsunan,kitab ul taharat,bab ma yaqool iza kharaja min al khala,Hadith numb:827
18. Afreeqi,ibn e manzoor,Muhammad bin mukarram,lisan ul arab,dar sadir,labnan,vol:5,Page:25
19. Ahmad bin faris,mujam maqayees ul lughat,dar ul fikr,labnan,vol:4,page:385
20. Raghib asfahani ,almufrada fi ghareeb ilquran,Vol:2,page:469
21. Al jasia:14:45
22. Aljurjani,ali bin Muhammad, alsyed alsharif,kitab ul tareefat,page:239
23. Lois maluf,almunjad,maktaba quddusia,Lahore,Pakistan,page:569
24. Same
25. Qasmi,molana,waheed ud zaman,alqamood ul waheed,idara islamiat,Lahore,Pakistan,2001,page:110
26. Al shura42:40
27. Bhutvi,Hafiz abdussalam bin Muhammad,Tafseer alquran ul kareem,Vol:3,Page:96
28. Alazhari,karam shah,peer,zia ul quran,Zia ul quran publications,lahore,Pakistan,Vol:1,Page:274
29. Qasmi,waheed uzzaman,alqamoos ul waheed,page:926
30. Albaqarah2:109
31. Al zukhraf43:89
32. Bhutvi,Hafiz abdussalam bin Muhammad,Tafseer alquran ul kareem Vol:3,Page:96
33. Alazhari,karam shah,peer,zia ul quran,Vol:2,Page:549
34. Al taghabun64:14
35. Qasmi,waheed uzzaman,alqamoos ul waheed,page:917

36. Al maida5:45
37. Albaqarah2:280
38. Bhutvi,Hafiz abdussalam bin Muhammad,Tafseer alquran ul kareem,Vol:1,Page:230
39. Same,Page:477
40. Mudoodi,Abu alaalaw,syed,tafheem ul quran,Vol:1,Page:474
41. Lois maluf,almunjad,Page:132
42. Qasmi,Molana,wahiduzzaman,qamoos ul waheed,Page:297
43. Same
44. Qasmi,Molana,wahiduzzaman,qamoos ul waheed,Page:297
45. Alahqaf46:16
46. Bhutvi,Hafiz abdussalam bin Muhammad,Tafseer alquran ul kareem,Vol:4,Page:280
47. Mudoodi,Abu alaalaw,syed,tafheem ul quran,Vol:4,Page:611
48. Lois maluf,almunjad,Page:757
49. Raghib asfahani ,almufrada fi ghareeb ilquran,Vol:2,Page:359
50. Bhutvi,Hafiz abdussalam bin Muhammad,Tafseer alquran ul kareem,Vol:4,Page:300

51. Alazhari,karam shah,peer,zia ul quran,Vol:1,Page:308
52. Al maida5:65
53. Qasmi,molana wahid uzzaman,alqamoos ul waheed,page:352
54. Albaqarah2:58
55. Bhutvi,Hafiz abdussalam bin Muhammad,Tafseer alquran ul kareem,Vol:1,Page:74
56. Mudoodi,Abu alaalaw,syed,tafheem ul quran,Vol:1,Page:79
57. Alazhari,karam shah,peer,zia ul quran,Vol:1,Page:60